THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

"تحقیقات کے دوران ملزم پر جبر و تشدد: اسلامی شریعت اور پاکستانی قانونی نظام کا تقابلی مطالعہ"

Coercion and Torture of the Accused During Criminal Investigation: A Comparative Study of Islamic Shariah and the Pakistani Legal System

Abdul Quddous
Assistant professor Law
Mir Chakar Khan Rind University Sibi Balochistan
Email: advabdulquddousbangulzai@gmail.com
Sabir Ali
PhD Scholar: Institute of Islamic Studies University of Karachi
Lecturer: Lasbela Univesity of Agriculture
Email: salir.ali@luawms.edu.pk

Abstract:

The use of coercion and torture during criminal investigations remains one of the most contentious issues in criminal justice, as it directly affects the protection of human dignity, the right to a fair trial, and the admissibility of evidence. While modern legal systems have increasingly prohibited the use of torture and other forms of cruel, inhuman, or degrading treatment, allegations of coercive investigative practices continue to raise serious legal and ethical concerns. Islamic Shariah, on the other hand, establishes comprehensive principles for safeguarding human life, dignity, and justice, strictly prohibiting oppression, unlawful coercion, and forced confessions. Similarly, the Constitution of Pakistan and the country's criminal laws provide legal safeguards against torture and uphold the fundamental rights of the accused.

This study presents a comparative analysis of the treatment of coercion and torture during criminal investigations in the light of Islamic Shariah and the Pakistani legal system. It examines the concept and legal status of torture, the admissibility of confessions obtained through coercion, the rights of the accused during investigation, and the responsibilities of law enforcement agencies. The research further evaluates the extent to which Pakistani laws and judicial practices conform to the principles of Islamic jurisprudence and internationally recognized standards of human rights.

Employing a qualitative and comparative research methodology, the study relies on primary sources, including the Qur'an, Sunnah, classical works of Islamic jurisprudence, the Constitution of Pakistan, statutory laws, and judicial precedents, as well as relevant secondary literature. The findings indicate that both Islamic Shariah and Pakistani law categorically reject torture and coercion as unlawful means of obtaining evidence or confessions. However, practical challenges in the implementation and enforcement of legal safeguards continue to undermine the effective protection of the rights of the accused. The study concludes by recommending institutional reforms, effective accountability mechanisms, enhanced legal oversight, and the strict enforcement

of constitutional and Shariah-based principles to ensure justice, transparency, and respect for human dignity throughout the criminal investigation process.

Keywords: *Coercion, Torture, Criminal Investigation, Accused, Islamic Shariah, Pakistani Legal System, Confession, Human Rights, Criminal Justice .*

اسلام نے انسانی جان، عزت، آزادی اور وقار کو بنیادی حقوق میں شمار کیا ہے اور ہر فرد کو قانون کے سامنے مساوی حیثیت عطا کی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی بھی شخص کو جرم ثابت ہونے سے پہلے مجرم قرار دینا یا اس سے اقرارِ جرم حاصل کرنے کے لیے جبر، تشدد یا غیر انسانی سلوک اختیار کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ قرآنِ کریم عدل وانصاف کے قیام، ظلم سے اجتناب اور انسانی حرمت کے تحفظ پر زور دیتا ہے، جبکہ سنتِ نبوی ﷺ اور فقہِ اسلامی میں بھی ملزم کے حقوق اور منصفانہ عدالتی کارروائی کے اصولوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

دوسری جانب جدید ریاستی نظام میں فوجداری تحقیقات کا بنیادی مقصد جرم کی حقیقت تک پہنچنا، مجرم کو قانون کے کٹہرے میں لانا اور معاشرے میں امن وامان کو برقرار رکھنا ہے۔ تاہم بعض اوقات تفتیشی مراحل میں ملزم سے اعترافِ جرم یا معلومات حاصل کرنے کے لیے جبر و تشدد، جسمانی یا ذہنی اذیت، اور دیگر غیر قانونی ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں، جو نہ صرف انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہیں بلکہ انصاف کے بنیادی اصولوں سے بھی متصادم ہیں۔ ایسے اقدامات انصاف کے تقاضوں کو مجروح کرتے ہیں، عدالتی نظام پر عوامی اعتماد کو کمزور کرتے ہیں اور قانون کی حکمرانی کے تصور کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

پاکستان کا آئین ہر شہری کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو بھی آئینی و قانونی حدود کا پابند بناتا ہے۔ مزید برآں، فوجداری قوانین، عدالتی نظائر اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدات بھی تشدد اور جبری اعترافات کی ممانعت پر زور دیتے ہیں۔ اس کے باوجود مختلف مواقع پر دورانِ تفتیش ملزمان پر تشدد اور غیر قانونی دباؤ کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں، جو موجودہ قانونی نظام کی عملی صورتِ حال پر اہم سوالات اٹھاتے ہیں۔

اس تناظر میں زیرِ نظر تحقیق اسلامی شریعت اور پاکستانی قانونی نظام میں دورانِ تحقیقات ملزم پر جبر و تشدد کے تصور، اس کی شرعی و قانونی حیثیت، اعترافِ جرم کی قانونی و شرعی حیثیت، تفتیشی اداروں کی ذمہ داریوں، ملزم کے بنیادی حقوق اور ان کے تحفظ کے لیے موجود قانونی ضمانتوں کا تقابلی جائزہ پیش کرتی ہے۔ نیز یہ تحقیق دونوں نظاموں کے درمیان ہم آہنگی اور اختلاف کے پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے ایسے عملی اور قابلِ عمل تجاویز پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے جو انصاف، انسانی وقار اور قانون کی بالادستی کے فروغ میں معاون ثابت ہوں۔

شریعت مطہرہ نے انسان کے جان ومال کی حفاظت، عزت وناموس کی حفاظت اور شخصی آزادی کے تحفظ کا اہتمام کیا ہے اور معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے قوانین وضع کئے ہیں۔ ظلم وجبر کو اپنی تمام انواع کے ساتھ حرام قرار دیا ہے۔ حدیث قدسی ہے:

يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرما فلا تظالموا۔[i]

اے میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمہارے لئے بھی حرام کیا ہے لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

سب سے پہلے ہم "اقرار" کا معنی ومفہوم اور اس کو قبول کرنے کی شروط بیان کرتے ہیں پھر جبر و تشدد کے نتیجے میں کروائے گئے اعتراف کی شرعی و قانونی حیثیت کو زیر بحث لایا جائے گا۔ خاص طور پر پاکستان میں ملزموں پر پولیس تشدد معمولی بات ہے اور بے گناہوں پر تشدد کر کے اعترافِ جرم کروایا جاتا

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ہے۔اس کی دیگر وجوہات بہت ساری وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ پولیس اصل مجرم پکڑنے میں ناکام ہو جاتی ہے اور افسران کا دباؤ ہوتا ہے کہ مجرموں کو ہر حالت میں گرفتار کیا جائے۔ان حالات میں عام طور پر تشدد کے ذریعے اقبالِ جرم کروایا جاتا ہے۔

اقرار کا معنی ومفہوم

عربی زبان میں اقرار متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔1:الثبوت،2:التمکن، کہا جاتا ہے:قرار الشيئ إذا تثبت مكانه۔چیز نے استقرار پکڑ لیا جب وہ اپنی جگہ ثبت ہو گئی۔3:الإمضاء أى توقيعه، اقرار کرنا۔4:اعتراف:اعتراف بالشيئ، تسلیم کرنا، منظور کرنا۔[ii]

اصطلاح میں اقرار سے مراد ہے:

الإخبار عن ثبوت حق للغير على نفس المقر۔[iii]

معترف کا اپنے اوپر کسی کے حق کے ثبوت کی خبر دینا

اس تعریف میں تین امور بیان کئے گئے ہیں۔

- اعتراف کرنے والا اپنے اوپر اثبات حق کی خبر دے رہا ہے۔
- معترف اپنے کامل ارادے اور اختیار کو استعمال کر رہا ہے۔اس کے اعتراف میں کسی دباؤ یا جبر کا اثر نہیں ہے۔
- اقرار کرنے والا جب کسی کے حق کا اعتراف کر لیتا ہے تو اس کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

اقرار کی حجیت

اقرار راثبات کے لئے شرعی دلیل ہے اور اس کی حجیت قرآن، سنت، اجماع اور عقلاً ثابت ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔[iv]

اور دوسرے وہ لوگ کہ (جنہوں نے) اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے انہوں نے کچھ نیک عمل اور دوسرے برے کاموں کو (غلطی سے) ملا جلا دیا ہے، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمالے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

یہ آیت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ جن بندوں نے اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کیا، اللہ تعالی نے ان کے اعتراف کو قبول کیا ہے۔اگر کسی انسان کا اعتراف حجت نہ ہوتا تو اللہ تعالی قبول نہ کرتے۔

اسی طرح حدیث پاک سے بھی اقرار کی حجیت ثابت ہے چنانچہ روایات میں ہے:

أن ماعزا أقر بالزنا فرجمه النبي صلى الله عليه وآله وسلم ۔[v]

حدیث پاک میں ہے کہ حضرت ماعز نے زنا کا اعتراف کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ان پر رجم کی حد لگائی۔

حضور نبی اکرم صلی الم نے ماعز کی اپنے اوپر زنا کی شہادت کو قبول کیا اور اس پر حد رجم بھی لگائی، اگر اعتراف حجت نہ ہوتا تو حضور نبی اکرم ماعز کے اعتراف کو قبول نہ کرتے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337
Vol.4 No.1 2026

علماء امت کا اقرار کو بطور دلیل شرعی قبول کرنے پر اجماع ہو چکا ہے اور اس کو اثبات کا ذریعہ مانا ہے بلکہ اعتراف کو "سید الأدلة" کہا جاتا ہے۔ کوئی شخص جب کسی چیز کا اعتراف کرتا ہے تو وہ اعتراف ہر شک اور تہمت سے پاک ہوتا ہے، کیونکہ کوئی بھی عاقل شخص کسی ایسی چیز کا اعتراف نہیں کرتا جس کے نتیجے میں اس کو اذیت یا ضرر لاحق ہو رہا ہو۔

اسی لئے اعتراف کو شہادت پر مقدم کیا جاتا ہے۔امام العزبن عبد السلام فرماتے ہیں :

الإقرار مقدم على البينة لان وازع المقر عن الكذب طبيعي ووازع الشاهد شرعي والوازع الطبعي أقوى من الوازع الشرعي ۔[vi]

اعتراف گواہی پر مقدم ہے کیونکہ معترف کا جھوٹ سے احتراز کرنا فطری ہے اور گواہ کا جھوٹ سے احتراز کرنا شرعی ہے۔لہذا کسی چیز سے فطری طور پر احتراز کرنا شرعی احتراز سے اقوی ہے۔

اعتراف کو قبول کرنے کی شرائط

اعتراف کے قابلِ اعتبار ہونے، شرعی اثرات مترتب ہونے اور اس کے ذریعے حقوق ثابت کرنے کے لئے کچھ شروط کا پایا جانا ضروری ہے اگر یہ شروط نہ پائی جائیں تو اعتراف ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے۔

پہلی شرط:اعتراف بالغ شخص سے صادر ہو۔

اعتراف کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ بالغ شخص سے صادر ہو۔[vii] غیر بالغ شخص سے اعتراف صادر ہونے کی صورت میں فقہاء احناف صبی ممیز اور غیر ممیز میں فرق کرتے ہیں۔ صبی ممیز کا اعتراف قبول کرتے ہیں جبکہ غیر ممیز کا اعتراف قابلِ قبول نہیں۔البتہ صبی ممیز اگر ایسی چیز کا اعتراف کرے جس کے نتیجے میں بدنی سزا کا مستحق ہو جیسے چوری کا اعتراف جو ہاتھ کاٹنے کا موجب ہے یا قتل کا اعتراف جو قصاص کام موجب ہے تو ایسی صورت میں صبی ممیز کا اعتراف بھی ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا۔[viii] اور اگر ایسا اعتراف کرے جس سے کسی کے مالی حق کا استحقاق ہو رہا ہو تو وہ اعتراف قبول کیا جائے گا۔بشر طیکہ اس مال میں ہو جس میں ولی الامر نے صبی ممیز کو تصرف کی اجازت دی ہو۔احناف کے علاوہ جمہور فقہاء غیر بالغ شخص کے اعتراف کو مطلق قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے خواہ صبی ممیز سے صادر ہو یا صبی غیر ممیز سے۔جمہور فقہاء حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا:رفع القلم عن ثلاث منهم الصبى حتى يحتلم۔[ix] تین لوگ مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک بچہ ہے جب تک بالغ نہ ہو جائے۔

دوسری شرط:اعتراف کرنے والا عاقل ہو۔

فقہاء کا اجماع ہے کہ معترف کا عقلمند ہونا ضروری ہے تا کہ اعتراف پر شرعی اثرات مرتب ہو سکیں۔[x] مجنون یا خفیف العقل کا اعتراف قابلِ قبول نہیں۔

رفع القلم عن ثلاث منهم المجنون حتى يفيق ۔[xi]

تین لوگ مرفوع القلم ہیں،ان م ہیں،ان میں سے ایک مجنون ہے جب تک عاقل نہ ہو جائے۔

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

تیسری شرط: انسان اپنے کامل اختیار اور ارادے سے اعتراف کرے۔

اعتراف کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ معترف کسی کے دباؤ اور جبر و تشدد کے بغیر اپنی مرضی سے اعتراف کرے۔ فقہاء کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ جبر و تشدد کے نتیجے میں کروائے جانے والے اعتراف کو باطل سمجھا جائے گا۔

المغنی میں ہے:

لا يصح الإقرار إلا من عاقل مختار لا نعلم في هذا خلافا ۔[xii]

اقرار صرف اس شخص کا قبول ہو گا جو عاقل ہو اور اپنے کامل ارادے سے کرے، اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں۔

ملزم پر جبر و تشدد کا شرعی حکم

ملزم پر جو تہمت لگائی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

- ایسی تہمت جس میں ملزم کے ملوث ہونے کا قرینہ پایا جائے۔
- مجرد تہمت جس میں ملزم کے ملوث ہونے کا کوئی قرینہ نہ پایا جائے۔

دونوں صورتوں میں ملزم پر جبر و تشدد کا شرعی حکم بیان کرنے سے پہلے قرینہ کا معنی و مفہوم واضح کرتے ہیں تاکہ صورت مسئلہ کی تفہیم میں کوئی ابہام نہ رہے۔

قرینہ کا معنی و مفہوم

قرینہ مفرد ہے اس کی جمع قرائن ہے، قرینہ عربی زبان میں بروزن فصیلہ ہے۔ جس کا معنی متصل ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے: قرنت الشيئ بالشيئ وصلة به، میں نے ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملایا۔[xiii]

مصطفی الزرقاء نے قرینہ کی تعریف یوں کی ہے:

القرينة كل إمارة ظاهرة مقارن شيئا خفيا فتدل عليه ۔[xiv]

قرینہ ہر وہ ظاہری علامت ہے جو کسی خفیہ چیز سے ملی ہو اور اس پر دلالت کرے۔

لہذا قرینہ بمعنی علامت ہے جس کے علم سے وجود مدلول کا ظنی علم حاصل ہوتا ہے۔ جیسے بادل کو دیکھ کر بارش کا علم ہوتا ہے، دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا علم ہوتا ہے۔ یعنی بادل اور دھواں وجود مطر اور وجود نار پر دال ہے۔ قرینہ کی مزید وضاحت اس مثال سے بھی ہو سکتی ہے کہ جیسے کوئی شخص بھاگ رہا ہو اور اس کے ہاتھ میں خنجر ہو، جس پر خون لگا ہو اور اس کے کپڑے بھی خون آلود ہوں، جس جگہ سے بھاگا تھا وہاں پر جانے سے معلوم ہوا کہ ایک شخص قتل ہوا ہے۔ لہذا بھاگتے ہوئے شخص کے ہاتھ میں خنجر، کپڑوں کا خون آلود ہونا اور گھبراہٹ یہ سب قرائن ہیں کہ وہ شخص قاتل ہے۔

پہلی صورت کا شرعی حکم

ملزم پر جو تہمت لگی ہے، اس میں ملزم کے ملوث ہونے کا قرینہ بھی پایا گیا ہے، ایسی صورت میں اعتراف کروانے کی غرض سے اس پر جبر و تشدد کرنے کے حوالے سے فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم یہاں پر تمام فقہاء کی آراء دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

پہلا مذہب: جمہور فقہاء:

فقہاء جن میں احناف، مالکی، حنبلی شامل ہیں، ان کے مطابق ملزم پر اعتراف کروانے کی غرض سے جبر و تشدد کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں اگرچہ ملزم پر جو تہمت لگی ہے اس میں اس کے ملوث ہونے کا قرینہ بھی پایا جاتا ہو۔

جمہور کے دلائل:

جمہور فقہاء نے ملزم پر جبر و تشدد کے عدم جواز پر قرآن، سنت، اجماع اور عقلی دلائل پیش کئے ہیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ (19)صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ ۔[xv]

جو شخص اپنے ایمان لانے کے !کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا مگر اس کا دل (بدستور) ایمان سے مطمئن ہے، لیکن (ہاں) وہ شخص جس نے (دوبارہ) شرح صدر کے ساتھ کفر (اختیار) کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے۔

وجہ دلالت: یہ آیت وضاحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ جبراً کرائے گئے اعترافِ کفر کا کوئی اعتبار نہیں لہذا اگر جبر اعترافِ کفر کا ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو باقی معاملات میں جبر و تشدد کے ذریعے کرایا گیا اعتراف بدرجہ اولی ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا۔

مغنی محتاج میں ہے:

جعل الإكراه مسقطا لحكم الكفر فبا الاولى ماعداه۔[xvi]

اکراہ حکم کفر کو ساقط کر دیتا ہے تو باقی معاملات میں بدرجہ اولی ساقط کرے گا۔

حدیث پاک میں ہے:

إن المشركين أخذوا عمارا فراودوا على الشرك فأعطاهم، فانتهى إليه النبي وهو يبكي فجعل يمسح الدموع عن عينيه ويقول: أخذك المشركون فغطوك بالماء وأمروك أن تشرك بالله ففعلت فإن أخذوك مرة أخرى فافعل ذلك لهم ۔[xvii]

مشرکین نے سیدنا عمار کو پکڑ لیا اور ان سے کفریہ کلمات کہلوانے کے لئے تشدد کیا، سیدنا عمار نے دورانِ تشدد کفریہ کلمات ادا کر دیئے اور روتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے، حضور نبی اکرم ﷺ حضرت عمار کی آنکھوں سے آنسوؤں کو پونچھنے لگے اور فرمانے لگے: مشرکین نے آپ کو پکڑا، پانی میں ڈبو کر تشدد کیا اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے کا کہا، آپ نے مشرکین کے مطالبے کو پورا کیا، پس اگر مشرکین دوبارہ آپ سے کفر کا مطالبہ کریں تو ان کے مطالبے کو پورا کر دو۔

وجہ دلالت: حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث میں بڑی وضاحت ہے کہ جبر و اکراہ کا ایمان پر کوئی اثر نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی مسلمان جبر و اکراہ کے نتیجے میں کفریہ کلمات ادا کرتا ہے تو اس کا ایمان سلامت رہے گا جیسا کہ سیدنا عمار کے واقعے میں ہوا۔ اگر جبر و اکراہ کا کوئی اثر ایمان پر ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ کبھی بھی حضرت عمار کو جبر و اکراہ کی صورت میں کفریہ کلمات ادا کرنے کا حکم نہ دیتے لہذا باقی امور میں جبر و تشدد کے ذریعے کروائے گئے اعتراف کو بدرجہ اولی قبول نہیں کیا جائے گا۔

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع میں منقول ہے:

خطب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم النحر بالناس فقال: ألا تدرون أي يوم هذا؟ قالوا الله ورسوله أعلم، قال: حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه، فقال: أليس يوم النحر ؟ قلنا بلى يا رسول الله، قال أي بلد هذا؟ أليست بالبلدة الحرام؟ قلنا بلي يارسول الله، قال: فان دماءكم و اموالكم و اعراضكم وابشاركم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا الا هل بلغت، قلنا نعم، قال:اللهم فاشهد، فليبلغ الشاهد الغائب۔[xviii]

حضور نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن لوگوں سے خطاب کیا، آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے آج کون سا دن ہے ؟لوگوں نے جواب دیا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ وہ اس کا کوئی دوسرا نام رکھ دیں گے ، پھر آپ نے فرمایا کہ یہ قربانی کا دن نہیں ہے ؟ ہم نے عرض کیا کہ کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے ؟ کیا مکہ مکرمہ نہیں ہے ؟ ہم نے عرض کی کہ کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری عزتیں اور تمہارے اجسام آپس میں اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی، اس مہینے میں اس شہر کی حرمت ہے۔

وجہ دلالت: اس حدیث میں لفظ "ابشار" کا ذکر ہوا ہے۔ اور ابشار اصل میں بشر کی جمع ہے۔ جس کا مطلب جلد الانسان ہے ،یعنی جس طرح انسانی جان کی، اس کی عزت کی حرمت ہے اسی طرح اس کے جسم کی حرمت ہے۔ لہذا اعتراف کروانے کے لئے اسے جسمانی یا نفسیاتی اذیت دینا شرعا حرام ہے اور اس کے نتیجے میں کیا گیا اعتراف بھی باطل ہو گا۔

جبر و اکراہ سے کروائے اعتراف و اقرار کے متعلق سیدنا عمر بن خطاب کا فرمان فیصلہ کن اور قرینِ قیاس ہے، وہ فرماتے ہیں:

روي عن عمر بن الخطاب أنه قال: ليس الرجل امينا إذا أوجعته أو ضربته أو أوثقته۔[xix]

سیدنا عمر فرماتے ہیں کہ انسان اپنے نفس پر امین نہیں رہتا جب آپ نے اسے تکلیف دی، تشدد کیا یا باندھ دیا۔

کسی بھی انسان کو جب اذیت دی جائے خواہ جسمانی ہو یا نفسیاتی تو وہ کسی چیز کے اعتراف میں اپنا اختیار کھو دیتا ہے ،لہذا ایسی صورت میں اس کے اعتراف کو باطل سمجھا جائے گا کیونکہ اعتراف کو قبول کرنے کی شروط میں ہے کہ معترف اپنے کامل اختیار اور ارادے کا مالک ہو۔

ازہر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں کا سامان چوری ہو گیا اور انہوں نے حاکمہ کے لوگوں پر تہمت لگائی۔ صحابی رسول ﷺ نعمان بن بشیر کے پاس آئے، انہوں نے ملزموں کو چند روز حراست میں رکھا پھر آزاد کر دیا، مدعین حضرت نعمان بن بشیر کے پاس آئے اور کہا: آپ نے ملزموں کو جبر و تشدد کے بغیر چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا : اگر آپ لوگ چاہیں تو میں ان پر تشدد کرتا ہوں اگر آپ کا سامان نکل آئے تو آپ کا اور اگر ان سے تشدد کے بعد بھی سامان بر آمد نہ ہوا تو جتنا تشدد ان پر ہوا اتنا ہی آپ پر ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا فیصلہ ہے ؟ آپ نے فرمایا یہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔[xx]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

یہ اثر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ شارع نے صرف حدود اور تعزیرات میں سزا کی اجازت دی ہے اگر وہ قطعی دلائل سے ثابت ہوں، اس کے علاوہ کسی بھی شخص پر تشدد کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر نے ملزموں کو بغیر تشدد اور تعذیب کے بری کر دیا اور اگر ملزموں کو مارنا جائز ہوتا تو نعمان بن بشیر اعترافِ جرم کروانے کے لئے ایسا ضرور کرتے۔

لہذا مجرد تہمت کی بنیاد پر ملزم پر جبر و تشدد نہیں کیا جا سکتا اور حضرت نعمان بن بشیر نے اس کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ فرمایا یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔

فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر کسی شخص سے زبردستی یا تشدد کے ذریعے اعتراف کروایا گیا تو ایسا اعتراف باطل سمجھا جائے گا جیسے اگر کسی شخص سے جبر واکراہ سے زنا کا اعتراف کروایا جائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

مبسوط میں ہے:

لم ينقل عن أحد من أصحابنا صحة الاقرار مع التهديد بالضرب أو غيره ۔ [xxi]

ہمارے اصحاب میں سے کسی سے بھی منقول نہیں کہ جبر و تشدد کے ذریعے کروایا گیا اعتراف درست ہے۔

عقلی دلیل

اعتراف صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتا ہے، جبر واکراہ میں انسان کا ارادہ و اختیار سلب ہو جاتا ہے، لہذا ایسی صورت میں کذب کا احتمال زیادہ قوی ہو گا، اسی لئے ایسے اعتراف پر کوئی اثر شرعی مترتب نہیں کیا جاتا۔ انسانی جان کی حرمت و تکریم ادلہ یقینیہ سے ثابت ہے اور اس کو کسی بھی قسم کی اذیت پہنچانا حرام ہے۔ جو حکم یقین سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کو شک کے ذریعے زائل نہیں کیا جا سکتا۔

قاعدہ فقہیہ ہے: اليقين لا يزول بالشك شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا، لہذا تکریم انسانی جو بطریق یقین ثابت ہے، مجرد تہمت پر (جو شک کے دائرے میں آتی ہے) جبر و تشدد کرنا انتہاک حرمت کے زمرے میں آئے گا۔ اگر شریعت ملزم پر جبر و تشدد کرنے کی اجازت دے دیتی تو بعض شر پسند عناصر ذاتی عناد کی بنیاد پر ابریاء کو جبر و تشدد کا نشانہ بناتے جو کہ معاشرے میں فساد کا سبب ہے۔

ملزم پر تشدد کی قانونی حیثیت

مندرجہ بالا سطور سے ملزم کے شرعی حقوق اظہر من الشمس ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں وطن عزیز پاکستان کے قوانین جو ملزم کے حقوق کو بیان کرتے ہیں، اُن کا جائزہ پیش ہے۔ ملک کے قوانین میں آئین کو دیگر تمام قوانین پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس حصے کا آغاز بھی آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر 10 سے کیا جا رہا ہے۔ یہ آرٹیکل کسی بھی ملزم کو بہر صورت فیئر ٹرائل کا آئینی و قانونی حق فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل کے الفاظ یہ ہیں:

No person who is arrested shall be detained in custody without being informed, as soon as may be, of the grounds for such arrest, nor shall he be denied the right to consult and be defended by a legal practitioner of his choice

کسی شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری کی وجوہ سے، جس قدر جلد ہو سکے، آگاہ کئے بغیر نہ تو نظر بند رکھا جائے گا اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی قانون پیشہ شخص سے مشورہ کرنے اور اس کے ذریعہ صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

پہلی بات تو یہ کہ عوام میں جو ریمانڈ مشہور ہے، وہ غلط ہے۔ ریمانڈ دو طرح کا ہوتا ہے۔

1۔ جسمانی ریمانڈ(Physical Remand)

جسمانی ریمانڈ کا مطلب یہ ہے کہ گرفتار شدہ ملزم تھانہ میں زیر حراست رہتا ہے۔ مجسٹریٹ اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ پولیس کو برآمدگی وغیرہ یا کسی اور مقصد کے لئے ملزم کے جسم کی ضرورت ہے تو وہ ملزم کا جسمانی ریمانڈ وقتاً فوقتاً پولیس افسران کو دیتا رہے گا۔ لیکن اس ریمانڈ کی مجموعی تعداد پندرہ دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس جسمانی ریمانڈ کی وجہ بھی تحریر میں لائی جائے گی۔

اس جسمانی ریمانڈ کا مطلب پولیس کی طرف سے ملزم پر تشدد سمجھا جاتا ہے حالانکہ قانون کی یہ منشا ہرگز نہیں ہے۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ ہمارے ہاں تفتیش کا مطلب ہی مارپٹائی اور تشدد سمجھ لیا گیا ہے۔ پولیس جس طرح دوران ریمانڈ ملزم کے ساتھ سلوک کرتی ہے وہ مہذب قوموں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اس رویے کی بناء پر پولیس کو خوف اور نفرت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ گرفتار شدہ شخص کے دوست، رشتہ دار صرف اس بات کے لئے پولیس کو بھاری رقوم دیتے ہیں کہ وہ جسمانی ریمانڈ نہ لے بلکہ جوڈیشل ریمانڈ لے اور مدعی پارٹی پولیس کو بھاری رقم اس لیے دیتی ہے کہ وہ دوران ریمانڈ ملزم پر جسمانی تشدد کرے۔ جب کہ قانون کہتا ہے کہ گرفتار ملزم پر اگر دوران حراست تشدد کیا گیا ہے تو علاقہ مجسٹریٹ سے میڈیکل کرانے کا حکم حاصل کیا جا سکتا ہے تاکہ پولیس کی طرف سے کیا گیا تشدد ثابت ہونے پر پولیس کے خلاف کارروائی کی جاسکے۔

2۔ جوڈیشل ریمانڈ(Judicial Remand)

جوڈیشل ریمانڈ کا مطلب ملزم کو جیل بھجوانا ہوتا ہے۔ اگر پولیس افسر استدعا کرے کہ تفتیش مقدمہ تفتیش کی ضرورت نہ ہے تو مجسٹریٹ ملزم کو عدالتی ریمانڈ پر جیل بھجوا سکتا ہے۔

مکمل ہے یا مزید ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر تفتیشی افسر مزید ریمانڈ جسمانی کی استدعا کرے تو مجسٹریٹ مزید ریمانڈ جسمانی کی اجازت دینے سے انکار کرتے ہوئے ملزم کو عدالتی ریمانڈ پر جیل بھجوا سکتا ہے۔ اس کے لئے مجسٹریٹ چند امور کو مدنظر رکھے گا۔

1۔ مجسٹریٹ اگر مناسب سمجھے کہ تفتیش مقدمہ مکمل ہے۔

2۔ مجسٹریٹ اگر مناسب سمجھے کہ مزید تفتیش کی غرض سے جسمانی ریمانڈ دینا مناسب نہیں ہے۔

3۔ ملزم کے خلاف بظاہر کوئی مقدمہ نہ بنتا ہو۔

4۔ تمام برآمدگیاں مکمل ہو چکی ہوں۔

قانونی تقاضا یہ ہے کہ ملزم کو تھانے کی عمارت میں رکھا جائے۔ کئی تھانیدار تشدد کرنے کے لئے پرائیویٹ مکان حاصل کر کے ملزموں کو ایسے پرائیویٹ مکانوں میں رکھتے ہیں جو سراسر غیر قانونی ہے۔ اس کے علاوہ ان کو بھی جن کی گرفتاری ریکارڈ میں موجود نہیں ہوتی انہیں بھی ایسے ٹارچر سیلز میں رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے مکانوں پر چھاپہ ڈلوا کر تھانیدار کے خلاف پرچہ درج کروایا جا سکتا ہے۔ سی آئی اے کا دفتر تھانہ نہیں ہوتا، اسی طرح کرائم برانچ کا دفتر بھی تھانہ نہیں ہوتا اس لیے ملزمان کو سی آئی اے کے دفتر میں رکھنا خلاف قانون سمجھا جائے گا۔ پولیس یا کوئی تحقیقی ادارہ کسی ملزم کی گرفتاری کے بعد عدالت سے ریمانڈ کی استدعا کرتی ہے اور عدالت پولیس کی طرف سے دی گئی درخواست کی جانچ پڑتال کر کے ریمانڈ دینے کا حکم دیتی ہے، ریمانڈ کے وقت ملزم کو بھی بولنے کا موقع دیا جاتا ہے اگر عدالت کو لگے کہ ملزم کو جھوٹے مقدمہ میں پکڑا گیا ہے تو عدالت اسی وقت ملزم کو ڈسچارج کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔ تاہم ریمانڈ کا مقصد

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

صرف ملزم کی جسمانی تحویل پولیس کے حوالے کرنا ہے ریمانڈ کے دوران ملزم پر تشدد کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ تمام معاملات پولیس رولز کے ساتھ ساتھ سپریم کورٹ نے بھی اپنے مندرجہ ذیل فیصلوں میں واضح کئے ہیں:

Rule 25.56 (1) of Police rules 1934, PLD 1978 SC 236, AIR 1969 SC 1014, 1984 PrCLJ 2588 PLD 2001 SC 607

ملزم کی گرفتاری کے وقت ملزم کے حقوق

1986 PCRLJ 493 کے مطابق قانون کسی عام شہری کو یہ حق بھی دیتا ہے کہ جب اس نے کوئی قابل دست اندازی جرم نہ کیا ہو مگر پھر بھی پولیس اسے پکڑنے کی کوشش کرے تو وہ شخص اپنے دفاع کا حق رکھتا ہے اور خود کو بچانے کے لئے مکمل مزاحمت کر سکتا ہے۔

اعلی عدلیہ نے اپنے فیصلہ میں قرار دیا ہے کہ اگر کسی بے گناہ شخص کو جو نہ کسی مقدمہ میں مطلوب ہو اور نہ ہی اس نے کوئی جرم کیا ہو تو ایسے شخص کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 101 کے تحت اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔ اگر پولیس کسی کو گرفتار بھی کرتی ہے تو منطقی طور پر یہ بات سمجھ لینی آسان ہے کہ جب قانون نے ملزم کو یہ حق دیا ہے کہ وہ گرفتاری کے بعد اپنے گھر سے بستر اور کپڑے منگوا سکتا ہے، دوست احباب اور وکلاء سے ملاقات کر سکتا ہے تو یہ سب قانونی حقوق ایسی حالت میں کیونکر پورے ہوں گے جب ملزم کو کسی خفیہ مقام پر پابند رکھا جائے۔[xxii]

ہتھکڑی کی قانونی حیثیت

ملزم یا مجرم کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اگر پولیس کسی شخص کو گرفتار کرنا چاہے تو پولیس کے لئے فقط اتنا کافی ہے کہ وہ گرفتار ہونے والے کے جسم کو چھو کر یا اسے پابند کر دے اور اگر گرفتار ہونے والا شخص خود اپنے عمل یا الفاظ سے خود کو افسر کے حوالے کر دے تو اس شخص کے جسم کو چھونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

اس کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے 1963 کے ایک فیصلے PLD 1963 S 109 میں بیان کیا ہے۔ کریمنل پروسیجر کوڈ کے سیکشن 46 کے تحت تشریح میں یہ بھی درج ہے کہ گرفتار کرنے کے لئے ہتھکڑی لگانا ضروری نہ ہے، ہتھکڑی محض بھاگ جانے سے روکنے لئے لئے لگائی جاتی ہے۔[xxiii]

پشاور ہائی کورٹ کے فیصلہ PLD 1960 Pesh 74 کے مطابق پولیس کا کسی شخص کو اپنے پاس روکے رکھنا اور رسمی گرفتاری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جب پولیس کسی کو روکے رکھتی ہے تو وہ گرفتار سمجھا جاتا ہے۔ گرفتاری کو قانونی بنانے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اسے ہتھکڑی بھی لگائی جائے یا اسے پولیس کے یا عدالتی قید خانہ میں ڈالا جائے۔

پولیس حراست میں ملزم پر تشدد یا اس کی موت

ہمارے ہاں بسا اوقات ملزم پولیس کسٹڈی میں جاں بحق ہو جاتا ہے اور کبھی جعلی مقابلے میں مار دیا جاتا ہے۔ یہ بھی غیر قانونی ہے اور ملزم کے حقوق کے خلاف ہے۔ لاہور ہائی کورٹ نے اپنے ایک فیصلے PLD 1997 Lah 135 میں اس کو واضح کیا ہے: پولیس کی طرف سے ماورائے عدالت قتل انتہائی قابل مذمت فعل ہے، کیونکہ اس سے پولیس کے نظام سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور یہ فعل نہ صرف قانون کی خلاف ورزی ہے بلکہ یہ پولیس کی طرف سے وحشیانہ اور غیر انسانی فعل ہے۔ ایسے واقعات سے معاشرہ میں قانون کا احترام ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور عدالتی نظام پر اعتماد ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ قانون کے تحت پولیس صرف

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

ملزم کو گرفتار کرسکتی ہے تاکہ اس پر قانون کے مطابق مقدمہ چلایا جاسکے اور وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ پولیس کسی ملزم کی گرفتاری کے لئے معقول طاقت کا استعمال کرسکتی ہے لیکن گرفتاری کے بعد ملزم کو مار دینا نہ صرف غیر قانونی فعل بلکہ غیر انسانی فعل بھی ہے۔[xxiv]

مندرجہ بالا فیصلے میں لاہور ہائی کورٹ نے واضح طور پر کہہ دیا کہ پولیس کا کام فقط گرفتار کرنا ہے۔ جب کسی ملزم کو گرفتار کرلیا ہے تو اب پولیس اسے مار نہیں سکتی، تشدد نہیں کر سکتی۔ بلکہ اسے عدالت کے سامنے پیش کرے۔ ملزم کو مارنا یا اس پر تشدد کرنا غیر انسانی فعل ہے۔ قانونی طور پر نا قابل دست اندازی جرم میں پولیس صرف روزنامچہ واقعاتی میں وقوعہ کی بابت تحریر درج کر سکتی ہے، کوئی کاروائی یا تفتیش مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی:

YLR 2942011،-2008 PCRLJ 1358

1463 1997LD کے فیصلے میں درج ہے کہ ملزم کے علاوہ عام عوام کے حقوق میں سے بھی ہے کہ اگر پولیس کو کسی پر شک ہو تو پولیس کر سینمل پروسیجر کورڈ کے سیکشن 51 کے تحت فقط ایک بار تلاشی لے سکتی ہے۔ اگر پولیس نے دوسری بار تلاشی لی تو پولیس کا یہ فعل بھی شک سے خالی نہیں اور غیر قانونی ہو سکتا ہے۔

ایف آئی آر کی قانونی حیثیت اور ایف آئی آر کی بنیاد پر ملزم پر تشدد

ہمارے ہاں بسا اوقات پولیس ایف آئی آر کی بنیاد پر ملزم کو مار مار کے حشر کر دیتی ہے، اور جب کوئی شخص کسی کے خلاف ایف آئی آر درج کروا دیتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ اب کسی نہ کسی طرح سے ملزم سے اس ایف آئی آر میں درج ایک ایک بات کا اعتراف کروانا لازم ہے۔ یہ سراسر غیر قانونی ہے۔ ایف آئی آر میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال موجود ہے۔ ایف آئی آر فقط ایک شخص کا بیان ہے جو پولیس نے درج کیا ہے۔ ایف آئی آر تو عدالت میں بھی بطور ثبوت یا شہادت کے پیش نہیں کی جاسکتی۔

ایف آئی آر کی قانونی حیثیت پر چند سطور پیش ہیں، جن کے بعد یہ سمجھنا آسان ہو گا کہ اگر ایف آئی آر کی قانونی حیثیت فقط اس قدر ہے تو اس کی بنیاد پر کسی پر تشدد کرنا، مارنا، بے جا گرفتار کرنا، بلاوجہ ہتھکڑی لگانا کیونکر قانونی ہو سکتا ہے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان PL 197633 کے مطابق ابتدائی رپورٹ کو کسی مقدمہ کی بنیادی شہادت شمار کرنا غلطی ہے۔ اسی طرح سپریم کورٹ 1971398 کے مطابق ابتدائی رپورٹ کو اطلاع دہندہ کی تائید یا تردید میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اس کے باوجود اگرچہ ابتدائی رپورٹ استغاثہ کی بنیاد رکھتی ہے۔ اس کا ٹھوس یا کھوکھلا ہونا، جیسی کہ صورت ہو، اس سے آخری نتائج کا تعین باعث ہوتا ہے۔ رپورٹ ابتدائی سے کہانی استغاثہ کے متعلق ایک نظریہ قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ تاہم اس کو بنیاد بنا کر کسی ملزم کو سزایاب نہیں کیا جاسکتا۔[xxv] بطور شہادت کے اس کی کوئی قیمت نہ ہے۔[xxvi]

گرفتار شخص کی مجسٹریٹ کے سامنے پیشی کی مدت آئین پاکستان کے آرٹیکل 10 بی کے مطابق:

Every person who is arrested and detained in custody shall be produced before a magistrate within a period of twenty-four hours of such arrest, excluding the time necessary for the journey from the place of arrest to the court of the nearest magistrate, and no such person shall be detained

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

in custody beyond the said period with out the authority of a magistrate.[xxvii]

ہر اس شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو اور نظر بند رکھا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری سے چوبیس گھنٹہ کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہو گا لیکن مذکورہ مدت میں وہ وقت شامل نہ ہو گا، جو مقام گرفتاری سے قریب ترین مجسٹریٹ کی عدالت تک لے جانے کے لئے درکار ہو اور ایسے کسی شخص کو کسی مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر مذکورہ مدت سے زیادہ نظر بند نہیں رکھا جائے گا۔

(DB) AIR 1955 All 138 میں واضح ہے کہ پولیس جب کسی ملزم کو گرفتار کرتی ہے تو پولیس پر لازم ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے متعلقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرے۔ یہ چوبیس گھنٹے کا وقفہ لازم نہیں ہے بلکہ قانونی طور پر کسی پولیس افسر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی شخص کو ایک گھنٹہ بھی اپنی حراست میں رکھے سوائے اس کے کہ حالات کے مطابق معقول وجہ ہو۔

اسی طرح پشاور ہائی کورٹ بھی PLD 1960 74 میں چوبیس گھنٹے سے زائد حراست میں رکھنا پولیس کے لئے قطعی غیر قانونی قرار دے چکی ہے۔

پولیس کے سامنے کئے گئے اعتراف کی قانونی حیثیت

اوپر کی سطور میں ہم نے بیان کیا کہ پولیس کے پاس اختیار حاصل نہیں کہ وہ ملزم کو مارے۔ بلکہ وہ عدالت میں پیش کرنے کی پابند ہے۔ لیکن اگر پولیس کسی شخص سے بیان دلواتی ہے، حتی کہ اس سے اقبال جرم بھی کروالیتی ہے تو یہ بھی عدالت میں بطور شہادت کے پیش نہیں کیا جاسکتا بلکہ عدالت میں جرم کو گواہوں کے ساتھ ثابت کرنا لازم ہو گا۔ AIR1930Rang227 میں تفصیلاً واضح ہے کہ پولیس کو اقبالی بیان لینے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ قانون تو یہ کہتا ہے کہ اگر پولیس کے سامنے ملزم اقبال جرم کرلے تب بھی اس کا یہ بیان ملزم کے خلاف قابل قبول نہ ہو گا۔ جب پولیس کے روبرو بیان ملزم کا اقبال جرم ہو تو یہ دفعہ ہذا (162) کی پابندی سے آزاد ہو گا اور ملزم کے AIR 1919 Lah 466 خلاف قابل قبول نہ ہو گا۔

اسی طرح لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ PLD 1950 Lah 364 موجود ہے کہ جب ملزم کا پولیس کے روبرو بیان اقبال جرم نہ ہو تو ایسا بیان دفعہ ہذا (162) کے تحت شہادت میں قابل قبول نہ ہو گا۔ 1990 LD 622 کے قانونی فیصلہ کے مطابق پولیس کے تشدد، دباؤ کی وجہ سے دیا گیا بیان کسی صورت قبول نہیں ہوتا بلکہ اگر عدالت میں پولیس کا تشدد ثابت ہو جائے تو اس پولیس والے کے خلاف قانونی کاروائی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پولیس کو دیا گیا بیان تو دور، عدالت میں مجسٹریٹ کے سامنے ملزم اگر بیان دینا چاہتا ہے، وہ اقبال جرم کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی قانونی تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔ مثلا: اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو اقبال جرم یا بیان کھلی عدالت میں قلمبند کرنا چاہئے اور پولیس کو عدالت کے باہر چلے جانے کا حکم دے دینا چاہئے۔ اسی طرح ملزم کو سوچ بچار کا موقع بھی فراہم کرنا چاہئے اور اس دوران اس کے پاس کسی شخص کو نہیں جانے دینا چاہئے تا کہ وہ اس کے بیان پر اثر انداز نہ ہو۔ اگر کوئی ملزم جسے پولیس نے بغرض اقبال جرم بیان دینے کے لئے عدالت کے روبرو حاضر کیا ہو لیکن ملزم ایسا بیان دینے سے انکار کر دے تو ملزم کو پولیس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ جب قانون نے مجسٹریٹ کے سامنے بھی ملزم کو بیان دینے یا اقبال جرم کرنے پر اس قدر آسانی اور حقوق دیئے ہیں تو پھر پولیس کا تشدد سے بیان لینا کیسے جواز بن سکتا ہے۔

Confessional statement. Two essential requirements, (i) made voluntarily, and (ii) must be proved at the trial.

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Absence of these requirements, confession not a legal piece of evidence.[xxviii]

قانون کہتا ہے کہ اقبال جرم کے دو لازمی اجزاء ہیں، 1: رضا کارانہ (آزادی) سے دیا گیا ہو، 2: ٹرائل کے دوران ثابت ہو جائے۔ ان لوازمات کی عدم وجودگی کی صورت میں اقبال جرم قانونی شہادت نہ ہے۔

Confession of accused in custody of police. Accused in custody of police for three or four days. Confession not voluntary.[xxix]

اسی طرح، پولیس کی حراست میں کیا گیا اقبال جرم، ملزم پولیس کی حراست میں تین چار دن رہا۔ (اس حالت میں اس نے پولیس کے سامنے اقبال جرم کیا، یہ اقبال جرم آزادانہ نہیں ہے (لہذا قابل قبول نہ ہو گا)۔

Extra judicial confession. A very weak type of evidence, an accused cannot be believed to open his mouth with regard to the performance of his criminal acts unless there is a reason behind it.[xxx]

کسی بھی اعتبار سے عدالتی اقبال جرم کے علاوہ کیا گیا اقبال جرم بہت کمزور سا ثبوت ہے، تصور کیا جاتا ہے کہ ایک ملزم کسی کے سامنے اپنے کریمل کام کے بارے میں منہ نہیں کھولے گا جب تک کہ کوئی سبب موجود نہ ہو۔

گویا کہ یہاں بھی فقط شک ہے کہ ممکن ہے کہ ملزم نے جو اقبال جرم کیا ہے وہ دباؤ میں کیا ہو گا، اس شک کا فائدہ دیتے ہوئے اس کے اس اقبال جرم کے بنیاد کو مکمل ثبوت کی بجائے ایک کمزور ثبوت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ عدالت میں پیش کیا جا سکتا ہے، پھر عدالت اس کو دیکھے گی کہ اقبال جرم کس حیثیت کے شخص کے سامنے کس حالت میں کیا گیا۔ اس ضمن میں لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ بہت واضح ہے کہ:

Evidence of extra-judicial confession is a very weak type of evidence which is normally created when the prosecution fails to collect any tangible evidence to prove the charge and that such evidence should not be relied upon in the absence of any corroborative piece of evidence.[xxxi]

غیر عدالتی اقبال جرم ایک بہت کمزور شہادت ہے جو کہ عمومی طور پر تب پیدا کی جاتی ہے جب پراسیکیوشن مضبوط شہادت / ثبوت دینے میں ناکام ہو جاتی ہے اور اس شہادت پر کسی صورت اعتماد نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کوئی ایسی شہادت موجود نہ ہو جو غیر عدالتی اقبال جرم کو تقویت بخشے۔

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہے کہ پولیس کسی قسم کا تشدد نہیں کر سکتی، پولیس کے سامنے ملزم کا بیان مکمل شہادت نہیں ہے بلکہ اسے گواہوں سے ثابت کرنا ہو گا۔ اگر پولیس تشدد کرتی ہے تو اس کے خلاف کاروائی ہو سکتی ہے۔ قانونی بحث کے اس حصہ سے ملزم کے جو حقوق ہمارے سامنے واضح ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں 1:

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

1. پولیس کسی کو بلاوجہ گرفتار نہیں کر سکتی۔ اگر کسی ایسے شخص کو گرفتار کرے جو کسی بھی مقدمہ میں مطلوب نہ ہو، اس نے کوئی جرم نہ کیا ہو تو وہ اپنا دفاع کر سکتا ہے۔ گرفتاری کے لئے ہتھکڑی لگانا ضروری نہیں، بلکہ ملزم کو کہہ دینا ہی کافی ہے۔ ہتھکڑی فقط بھاگنے سے روکنے کے لئے لگائی جاتی ہے نہ کہ گرفتاری کے لئے۔
2. پولیس ملزم کو اپنے دوست، احباب، وکیل سے ملنے سے نہیں روک سکتی، اسے گھر سے بستر وغیرہ منگوانے سے نہیں روک سکتی۔
3. ملزم کو اپنے فیئر ٹرائل کا حق آئینی طور پر حاصل ہے جسمانی ریمانڈ کی صورت میں پولیس کو اجازت نہیں کہ وہ ملزم کو مارے یا تشدد کرے۔
4. پولیس کو کسی پر شک ہو تو فقط ایک بار تلاشی لے سکتی ہے، دوبارہ تلاشی لینا غیر قانونی ہو سکتا ہے۔ پولیس کی درج کردہ ایف آئی آر کی بنیاد پر کسی ملزم کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ محض ایف آئی آر قانونی ثبوت نہیں ہے۔
5. محض پولیس کو دیا گیا بیان قانونی سزا و جزاء کے لئے ناکافی ہے بلکہ عدالت اس کی جانچ پڑتال کرے گی، گواہوں سے اس کو ثابت کرے گی۔ اگر ثابت ہو تو سزا ہو گی۔ پولیس ملزم کو بلاوجہ قید میں نہیں رکھ سکتی۔ جلد سے جلد متعلقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے، تاخیر کی صورت میں معقول وجہ بتانا ہو گی۔
6. پولیس کا کسی بھی ملزم کو چوبیس گھنٹے سے زیادہ حراست میں رکھنا غیر قانونی ہے۔
7. ملزم کا حق ہے کہ اس کے خلاف جو گواہی پولیس کو دی گئی ہے، اس کی نقول حاصل کرے تاکہ اپنا مکمل دفاع کر سکے۔ ملزم کے خلاف گواہان کا بیان جو پولیس کے روبرو ہو وہ بھی مکمل شہادت نہ ہے، فقط اس بیان کی بنیاد پر سزا و جزاء نہیں ہو سکتی۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ عدالت جانچے کہ لگائے گئے الزامات درست ہیں یا نہیں۔
8. اقبال جرم کے لئے بھی ملزم کو مکمل آزادانہ ماحول میسر کرنا ضروری ہے۔

خلاصہ بحث

قاعدہ اصولیہ کے مطابق انسان میں اصل بری الذمہ ہونا ہے لہذا کسی بھی انسان کو مجرد تہمت کی بنیاد پر حراست میں لینا یا جبر و تشدد کرنا جائز نہیں ہے۔ اسلامی اور قانونی نقطہ نظر سے ملزم کے ساتھ برتاؤ کی درج ذیل صورتیں ہوں گی۔

- اگر ملزم پہلے سے کوئی مجرمانہ ریکارڈ نہیں رکھتا اور اس کی نیک نامی مشہور ہے تو ایسے ملزم کو مجرد تہمت کی بنیاد پر حراست میں لینا یا تشدد کرنا درست نہیں ہے۔
- اگر ملزم غیر معروف ہو، اس کے نیک یا بد ہونے سے متعلق واضح نہ ہو یا وہ ایسا شخص ہو جو پہلے سے مجرمانہ ریکارڈ رکھتا ہو تو اس کو تفتیش کے لئے حراست میں لینا جائز ہے۔
- ایسا ملزم جو فسق و فجور میں معروف ہو، اس پر تہمت لگنے کی صورت میں حراست میں لینا یا تشدد کرنا جائز ہے لیکن دورانِ تشدد شرعی اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

حواشی وحوالہ جات

i مسلم، مسلم بن الحجاج، الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، رقم الحدیث4680، الناشر: دار طیبہ، ریاض

ii الفیومی، احمد بن محمد المقری، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، ص:681، دار المعارف، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ

iii الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ص207/7، دار الکتب العلمیہ، بیروت

iv ایضا

v البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب رحم المحصن، حدیث رقم:6814، دار ابن کثیر، دمشق

vi عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، 140/2، مکتبۃ الکلیات الازہریہ القاہرہ، الطبعۃ الاولی

vii ابن نجیم، زین الدین ابن نجیم الحنفی، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، 249/7، دار الکتاب الاسلامی، القاہرہ، مصر

viii ابن نجیم، البحر الرائق، 250/7

ix ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، کتاب الحدود، حدیث رقم:4402، الرسالۃ العالمیۃ، الریاض السعودیۃ،

x ابن نجیم، بحر الرائق، 249/7

xi سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:3825

xii المقدسی، ابو عبداللہ بن احمد بن قدامہ، المغنی، 271/5، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، 1405ھ

xiii محمد بن ابی بکر الرازی، مختار الصحاح، ص532، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی

xiv الجرجانی، علی بن محمد علی الجرجانی، التعریفات، ص، 152، دار الکتاب العربی، الطبعۃ الاولی 1405ھ

xv ایضا

xvi ابن قدامہ المقدسی، المغنی، 240/2

xvii حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک، 357/2 دار المعرفۃ، بیروت، طبعۃ اولی

xviii بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم، حدیث رقم 105

xix سنن ابی داؤد، 3844

xx رواہ ابوداؤد فی سننہ، کتاب الحدود، باب فی الامتحان بالضرب، حدیث رقم:4382، ص:544/4

xxi ایضا

xxii 1986 PCRLJ 493

xxiii PLD 1963 SC 109

xxiv PLD 1997 Lah 135

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

[xxv] 1968 PCr.LJ 309

[xxvi] PLD 1979 SC (AJ & K) 130

[xxvii] Article 10 (B), Constitution of Pakistan

[xxviii] 2003 YLR 1481

[xxix] PCr.LJ 1072; PLJ 2002 Cr.C. (Pesh.) 1403; PLJ 2005 SC 159 49 2004 MLD 910482002

[xxx] 2004 MLD 910

[xxxi] PLJ 2008 Cr.C. (Lahore) 697 (DB)